آج کہاں گیا؟ جس کے تحت ایک مرد چلتی بس میں اپنی سیٹ سے دست بردار ہو کر اسے اپنی بہن، بیٹی یا ماں کے لیے خالی کر دیا کرتا تھا ——— لیکن آج وہ اپنی سیٹ پر بیٹھا آرام سے سو جاتا ہے ——— اس بات سے بالکل بے پروا، کہ اس کے قریب ہی ایک بہن کی گود میں بچّہ ہے، اس کے ایک ہاتھ میں گٹھڑی ہے اور دوسرے ہاتھ سے بچے کو سہارا دیئے اور اپنے لیے سہارا لینے کے باوجود چلتی بس میں اپنا توازن برقرار رکھ لینا بھی اس کے لیے دشوار ثابت ہو رہا ہے ——— ہاں اگر اپنی اس بہن کی مصیبت[1] کا خیال اس کے دل میں آتا بھی ہے تو "مساوات" کا دوسرا خیال اس کو دوبارہ بے فکر ہو کر سو جانے پر مجبور کر دیتا ہے ——— اے بنتِ حوّا، کیا تو اسی "مساوات" کی تلاش میں ہے؟ ۔ اور کیا بات یہیں تک محدود رہے گی؟ ——— خدا سے ڈر، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی نہ کر، یقیناً دنیا اور آخرت میں تیرا بھلا ہو گا ——— وما علینا الا البلاغ!

(اکرام اللہ ساجد)

---

[1] اور یہ مصیبت ایسی مصیبت ہے کہ ایئر کنڈیشنڈ کاروں میں بیٹھ کر سفر کرنے والی بیگمات اس کا تصور تک نہیں کر سکتیں۔ اور یہ جلوس بھی انہی بیگمات نے نکالے ہیں۔ خدارا "حقوقِ نسواں" کے نام پر کوئی طوفان کھڑا کرنے سے پہلے یہ تو اندازہ کر لیا کرو، کہ اس کے اثرات ان کی غریب بہنوں پر کیا مترتب ہوں گے؟

شعر و ادب

جناب قاری نعیم الحق صاحب

سیاست

جس کی باتوں میں شفا ہو اسے بیمار کہو
وُہ جو حالات کی شدّت سے سپر رکھ جائے
سنگریزے ہیں فقط ہاتھ میں اُن کے لیکن
پھول تو پھول ہیں کانٹے بھی نہ لگتے ہوں جہاں
جبکہ دشمن ہے قوی تر تو نمٹنے کے لیے،
لوگ تو لوگ ہیں الفاظ بدل جاتے ہیں
ہاں رقیبوں کی رقابت کا تقاضا ہے نعیمؔ!

جس کی فطرت میں وفا ہو اُسے غدّار کہو!
غم کے مارے ہوئے اس شخص کو میخوار کہو
ہم سے کہتے ہیں کہ اُن کو دُرِ شہوار کہو!
ایسے ویران بیابان کو گلزار کہو!
اپنی ٹوٹی ہوئی لکڑی کو بھی تلوار کہو!
جو نمک زخم پہ چھڑکے اُسے غمخوار کہو
اُس جفا کار ستمگار کو دلدار کہو!